تفسير احمد

سُورَةُ المُطَفِّفِين

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «المطففين» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعيدي - سعيد افغانی»

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة المطففين

پاره (30)

یه سوره مکه میں نازل ہوئی ھے اسکی "36" آیتیں ھیں

وجه تسمیه: اس سورت کو اللھ تعالٰی کے فرمان "وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ " سے شروع ہونے کی وجہ سے مطففین کہا گیا،مطففین وہ لوگ ہیں جو ناپ تول میں دھوکہ کرتے ہیں خریدار کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

سوره المطففین کا سوره الانفطار کے ساتھ ربط و مناسبت:

الف- سوره انفطار کی سب سے آخری آیت " ١٩ " قیامت کے بارے میں ہے، اور سوره مطففین بھی آغاز میں مہنگے دام بیچنے والوں کو تنبیہ کرتا ہے، جو لوگوں کا مال کم قیمت پر خریدتے ہیں اور اپنا مال مہنگے داموں بیچتے ہیں۔

ب - دونوں سورتیں قیامت کے دن کی حالت پر بحث کرتی ہیں۔

ج- سوره انفطار کہتی ہے: وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ۝١٠ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ۝١١ اورسوره مطففین کہتی ہے : كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۝٩

د- دو نوں سورتوں میں لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیاہے :

1 - نیک لوگ

2 - برےلوگ

سورة المطففین کی آیات،کلمات اور حروف کی تعداد:

اس سورت کا نام المطففین (چھپ چھپا کر کمی کرنے والے) ہے، جو کہ اس سورت کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے، اس سورت میں ایک (1) رکوع، سات سو اسّی (780) حروف، اور ایک سو انہتر الفاظ(169)، چھتیس آیتیں (36) اور ایک سو اٹھاون (158) نقطے ہیں۔ (یہ بات ذکر کرنا لازم ھے که علماء کے اقوال سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں مختلف ھیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے سوره "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)۔

مفسرین کے درمیان "مطففین" کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔

اکثر مفسرین کے نزدیک راجح قول یهی ھے که یه سوره مدنی ھے۔

(وَيلٌ لِّلمُطففين) خرید و فروخت میں خیانت کرنا ان بری خصلتوں میں سے ہے جس کے مرتکب کو رب نےسرزنش کی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اسے نہ چھوڑے تو اس کا انجام دردناک عذاب ہوگا اور کہا کہ یہ بہت ہی بری عادت ہے۔ پروردگار نے اپنے رسول کواس کام کے مرتکبین کی طرف بھیجا تاکہ ان کو ایمان کی دعوت دے، اور اس بری عادت سے ان کو روکے، اسی طرح ان کو تنبیہ کرےکہ عدم ترک ان کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔

قرآن عظیم کہتا ہے:

1 - خرابی ہے گھٹانے والوں کے لیے۔

2 - وہ لوگ کہ جب ماپ کرلیں لوگوں سے تو پورا بھر لیں۔

3 - اور جب ماپ کر یا تول کر ان کو دیں تو گھٹا دیں۔

4 - کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ کہ (ان کو اٹھنا ہے) وہ اٹھائے جائیں گے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

5 - اس بڑے دن میں۔
6 - جس دن کھڑے رہیں گے لوگ راہ دیکھتے جہاں کے مالک کی۔

سبب نزول:

اس سورت کے سبب نزول کے بارے میں نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں : (لما قدم النبي صلي الله عليه وسلم المدينة كانوا من أخبث الناس كيلاً، فأنزل الله تعالي: (ويل للمطفِّفين) فحسنوا الكيل بعد ذلک).

ترجمہ: جب نبی صلی الله علیه وسلم مدینہ تشریف لائے اس وقت مدینہ کے لوگ ناپ تول کے اعتبار سے سب سے زیادہ برے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ویلُ للمطففین" اس کے بعد انہوں نے پیمائش میں انصاف قائم کیا، قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ : کچھ لوگوں نے کہا، یہ آیات ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئیں جو ابو جُہینہ کے نام سےمعروف تھا، اس کے دو پیمانے تھے، وہ ایک پیمانہ سے بیچتا اور دوسرے سےخریدتا۔

سورت کا مجموعی خلاصہ:

مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ "تطفیف "، " وزن " اور "کیل" جیسے الفاظ معنوی وزن کے لیے بھی ہیں اور اشخاص کی قدر و منزلت کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ پوری سورت میں "فجار" کی بحث میں جو موضوعات ہیں وہ ان کی برائی اور خطرناک انجام، اور "ابرار" کی بحث میں ان کی اچھائی بہترین اور خوبصورت ترین انجام کا ذکر ہے۔

اسلام کی نظر میں انسان کی عزت اور وقار پر حملہ سب سے بڑا حملہ ہے، اس لیے کہ انسان کے لیے سب سے معزز ترین سرمایہ انسان کی عزت اور شرف ہے۔

اس لحاظ سے "مطفف" وہ شخص ہے جو کسی شریف انسان کی توہین و تحقیر کرے، اور اسے
کمتر اور خود کو برتر سمجھے، فیصلہ کرتے ہوئے اس کی ذاتی اچھائی اور اس کی معاشرتی حیثیت اور مقام کو ٹھیس پہنچا کرحد سے تجاوز کرے یا پھر اس کی حیثیت و اہمیت اور قدر و قیمت کو کم ظاہر کرے، جب وہ خود کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو اپنی حیثیت اور سماجی مرتبے کی بنیاد پر اپنے لیے ان سے فیصلہ چاہتا ہے،اورحد سے زیادہ اپنی تعریف کی توقع رکھتا ہے، کہ اس کی حیثیت اور وقار کو پورا دکھائیں اور اس کی شخصیت میں کوئی عیب، نقص اور کمی و بیشی کی نشاندہی نہ کریں، اور اسے ہر قسم کی کمی سے پاک اور اونچا شمار کریں،یہی بد ترین اور سب سے بُرا گناہ ہے جو اس سورت میں بیان ہوا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة المطففين

بسم الله الرحمن الرحيم

وَيْلٌ لِّـلْمُطَفِّفِيْنَ ۱ۙ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَي النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۲ۙ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ
يُخْسِرُوْنَ ۳ۭ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰۗىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۴ۙ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۵ۙ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۶ۭ ۝ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۷ۭ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۸ۭ ۝ كِتٰبٌ
مَّرْقُوْمٌ ۹ۭ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۱۰ۙ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۱۱ۭ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ
اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۱۲ۙ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۱۳ۭ ۝ كَلَّا بَلْ ۝
رَانَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۱۴ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۱۵ۭ ۝
ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۱۶ۭ ۝ ثُمَّ يُقَالُ ھٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۱۷ۭ ۝ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ
الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۱۸ۭ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۱۹ۭ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۲۰ۙ ۝ يَّشْهَدُهُ
الْمُقَرَّبُوْنَ ۲۱ۭ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۲۲ۙ ۝ عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ يَنْظُرُوْنَ ۲۳ۙ ۝ تَعْرِفُ فِيْ
وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۲۴ۚ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۲۵ۙ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ ۝ وَفِيْ
ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۲۶ۭ ۝ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۲۷ۙ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا
الْمُقَرَّبُوْنَ ۲۸ۭ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۲۹ۡۖ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا
بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۳۰ۡۖ ۝ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۳۱ۡۖ ۝ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ
هٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ ۳۲ۙ ۝ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۳۳ۭ ۝ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ
يَضْحَكُوْنَ ۳۴ۙ ۝ عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ ۙ ۝ يَنْظُرُوْنَ ۳۵ۭ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا
يَفْعَلُوْنَ ۳۶ ۝

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
وَيْلٌ لِّـلْمُطَفِّفِيْنَ ۱ۙ ۝	خرابی ہے گھٹانے والوں کے لیے (۱)
الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَي النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۲ۙ ۝	جو لوگوں سے ناپ کر لیں اپنے لیے تو پورا لیں (۲)
وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۳ۭ ۝	اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں (۳)
اَلَا يَظُنُّ اُولٰۗىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۴ۙ ۝	کیا ان لوگوں کو یقین نہیں ہے کہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے (۴)
لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۵ۙ ۝	اس بڑے دن کے واسطے (۵)
يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۶ۭ ۝	جس دن کھڑے ہوں گے لوگ راہ دیکھتے جہاں کے مالک کی (۶)

(c) ketabton.com: The Digital Library

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۷	ہر گز نہیں، بیشک اعمال نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے (۷)
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۸	اور تم کیا جانتے ہو سجین کیا چیز ہے ؟ (۸)
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۹	ایک دفتر ہے لکھا ہوا (۹)
وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۱۰	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے (۱۰)
الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۱۱	جو جزاء اور سزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں (۱۱)
وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۱۲	اور اس کو جھٹلاتا وہی ہے جو حد سے گذرا ہوا گنہگار ہے (۱۲)
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۱۳	جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں (۱۳)
كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۱۴	ہرگز نہیں، بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں اس نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے (۱۴)
كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۱۵	ہرگز نہیں وہ اپنے رب کے (دیدار) سے اس دن روک دئیے جائیں گے (۱۵)
ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۱۶	پھر بلاشبہ وہ جہنم میں داخل کردئیے جائیں گے(۱۶)
ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۱۷	پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے(۱۷)
كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۱۸	ہر گز نہیں بیشک نیک لوگوں کے اعمال نامے (علیین) میں ہیں (۱۸)
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۱۹	اور تمہیں کیا معلوم علیین کیا چیز ہے (۱۹)
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۲۰	ایک دفتر ہے لکھا ہوا (۲۰)
يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۲۱	جس کے پاس(فرشتے)حاضر رہتے ہیں (۲۱)
اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۲۲	بیشک نیک لوگ یقیناً نعمتوں میں ہوں گے (۲۲)
عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ يَنْظُرُوْنَ ۲۳	تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے (۲۳)
تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۲۴	تم ان کے چہروں سے راحت کی تازگی معلوم کرلوگے (۲۴)
يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۲۵	ان کو خالص شراب سربمہر(خُدَّام کے ذریعے) پلائی جائے گی (۲۵)

(c) ketabton.com: The Digital Library

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۲۶	جس کی مہر مشک کی ہوگی، تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہئیے کہ اسی میں رعبت کریں (۲۶)
وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۲۷	اور اس میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوگی (۲۷)
عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۲۸	وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خداکے) مقرب پئیں گے (۲۸)
اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۲۹	جو مجرم تھے، وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے (۲۹)
وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۳۰	اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں کے اشارے کرتے تھے (۳۰)
وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۳۱	اور جب اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے جاتے تھے(۳۱)
وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ ۳۲	اور جب ان مؤمنین کو دیکھتے تو کہتے یہ لوگ یقیناًگمراہ ہیں (۳۲)
وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۳۳	حالانکہ ان کو ان مسلمانوں پر نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا (۳۳)
فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۳۴	پس آج ایمان والے ان کافروں پر ہنسیں گے (۳۴)
عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ۳۵	تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے(۳۵)
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۳۶	کیا کافروں کو اس کا بدلہ دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟(۳۶)

سورۃ المطففین کی تفسیر

آیات مبارکہ "1 تا 6 " ناپ تول میں کمی کرکے بیچنے والوں کی سرزنش اور تنبیہ کے بارے میں بحث کی گئی ہے :

یہ بات قابل غور ہے کہ: پہلی آیت کے متعلق ایک انصاری صحابی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ناپ تول کے لحاظ سےسب سے بُرے تھے،یہاں تک کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی کے دوپیمانے ہوتے تھے، ایک فروخت کے واسطے اور دوسرا خریدنے کے لیے، لیکن جب یہ مبارک سورت نازل ہوئی، تو پھر ہم سب سے اچھا ناپ تول کرنے والےبن گئے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۱	خرابی ہے گھٹانے والوں کے لیے (۱)

(وَيلٌ) عذاب اور ہلاکت و بربادی ہو ان لوگوں کے واسطے جو اپنا پیمانہ رکھتے ہیں جس سے اپنے لیے تول کر پورا فائدہ اٹھا تے ہیں، لیکن لوگوں کو دینے کے لیے اس سے کم والا پیمانہ اورناپ استعمال کرتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"مطففین" وہ لوگ ہیں جوناپ، ماپ اور تول میں مکر اور دھوکے سے کام لیتے ہیں، وہ تاجر جو بازار پر غلبہ رکھتے تھے اور اپنے لیے خاص بٹہ، پیمانہ اور وزن رکھتے تھے اور ہر جگہ لے جاتے تھے۔
" تطفیف" طفیف سے لیا گیا ہے یعنی "تھوڑی چیز"، اور طِف سے یعنی "کسی چیز کا کنارہ"تو پھر "تطفیف" کا معنی ہے : پیمانہ اور ترازو کے ساتھ تھوڑی سی چیز کا کم کرنا، اور "مطفف" وہ شخص ہے جو خریدار کے حق میں سے کم کرنا چاہے وہ اجناس میں سے ہو جو تولی جاتی ہے یا ناپنے والی چیز ہو۔

الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَي النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ۝۲ۙ	جو لوگوں سے ناپ کر لیں اپنے لیے تو پورا لیں(۲)

"يَسْتَوْفُونَ" بڑھا چڑھا کر اندازے سے زیادہ حاصل کرتے ہیں۔

وَاِذَا كَالُوْہُمْ اَوْ وَّزَنُوْہُمْ يُخْسِرُوْنَ۝۳ۭ	اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں (۳)

یعنی: جس وقت دوسروں کو کوئی چیز بیچتےہیں، تو اس کے وزن میں کمی کر دیتے ہیں، اس طرح دوسرے فریق کو نقصان پہنچا تے ہیں، لہٰذا آیت مبارکہ میں جس دھوکہ دہی اور خیانت کا ذکر کیا گیا ہے، وہ در حقیقت پیمائش اور ناپ تول یا وزن میں دھوکہ دہی ہے۔
کیونکہ اس وقت لوگ ان دونوں طریقوں کا بہت زیادہ استعمال کرتے تھے، لیکن بعض علما کہتے ہیں کہ : یہ دھوکہ اور خیانت صرف کاروباری معاملات تک محدود نہیں تھی، بلکہ لوگوں کے تمام حقوق، یہاں تک کہ عبادات میں بھی شامل تھی۔
امام قرطبی کہتے ہیں کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ: آیت میں مذکوردھوکہ اور خیانت پیمائش، ترازو اور وضو،نماز حتیٰ کہ گفتگو میں بھی ہوتی ہے، سالم بن ابی جعد سے مروی ہے کہ نماز کا بھی معیار ہے،جو اس کے حقوق پورے کرے، وہ اس کے حق میں ہے، اور جس نے کمی کی تو تم جان لو اللہ تعالیٰ نے اُس کے بارے میں ارشاد فرمایا :" وَيلٌ لِّلْمُطففين"بعض علما نے کہا ہے کہ : ہر وہ چیز جس کو لیتے وقت وہ شخص اپنے حق سے زیادہ لے، اور حق دار کو اس کے حق سے کم دے تو وہ خیانت اور دھوکہ میں شمار ہوگا۔

قرآن کریم میں کمی کرکے بیچنے سے متعلق حکم :

(وَيلٌ لِّلْمُطففين) "خرابی ہو گھٹانے والوں کی"
تباہی و بربادی ہو ان لوگوں کے لیے جو ناپ تول کرتے وقت لوگوں کے حق کو کم کر کے دیتے ہیں،قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں ناپ تول میں کمی کرنے کی مذمت پر واضح اور بار بار متنبہ کیا گیا ہے، اور بہت سختی سے اس عمل کی مذمت کی گئی ہے، اس سے بڑھ کر قرآن کریم نے ناپ تول میں کمی کرنے کو"مَدْيَنْ" کے شہر کے ویرانی کا سبب اور اس میں بسنے والوں کی تباہی کی وجہ بتایا ہے۔
اس موضوع کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ قرآن کی (116) سورتوں میں سے چھ (6) سورتوں میں اس کم فروشی کی مذمت کی گئی ہے۔
اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظرسورہ "مطففین" کو "کم فروشوں" سےموسوم کردیا گیا،اس سورت کو ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے نام سے موسوم کرنا بنی نوع انسان میں اس مسئلے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

جب اس مبارک سورت کا آغاز اس جملے سے ہوتا ہے،" وَيلٌ لِلْمُطففين" خرابی ہو گھٹانے والوں کے لیے (لوگوں کے حقوق میں) یا دوسرے لفظوں میں ہلاکت ہو ناپ تول میں کمی کرکے بیچنے والوں کے لیے، یہ مضمون ناپ میں کمی اور حق تلفی جیسے سنگین جرم کو ظاہر کرتا ہے، یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کم فروشی کرنا عقلی اور شرعی نقطہ نظر سےحرام اور غیر اخلاقی ہے، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل کم فروشی کے نت نئےاور مختلف طریقے ایجاد ہوچکے ہیں، ان اشیاء کی کم فروشی جو وزن کی بنیاد پر فروخت کی جاتی ہیں، یہ طریقہ فروخت کی قدیم ترین اقسام میں سے ایک ہے۔

"تطفیف" کہ جس سے "مطففین" لیا گیا ہے، لغت میں "تھوڑے اور کم "کے معنی میں ہے، اور " مطفف" کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو کسی چیز میں کمی کر ے یعنی اس کی اصل مقدار سے کم کرے، اب وہ چیز ممکن ہے ان اجناس میں سےہو جسے وہ کسی دوسرے کو بیچتا ہے، یا کوئی کام ہو جسے کسی اور کے لیے انجام دیتا ہے، اور کسی چیز کی قیمت بھی ہوسکتی ہے جسے وہ ادا کرتا ہے، یا کسی کام کی اُجرت دیتا ہے، حقیقت میں تطفیف اور کمی کرنا صرف لین دین کے معاملے میں نہیں، بلکہ ہر معاملے میں ممکن ہے۔

قرآن کریم نے لفظ "مطففین"کا مطلب فصیح انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ہر قسم کے کام میں کمی اور کم فروشی اس میں شامل ہے۔

ہمارے رب عظیم سورۂ اسراء میں فرماتے ہیں : (وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۳۵) ترجمہ: "اور جب (کوئی چیز) ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور (جب تول کر دو تو) ترازو سیدھا رکھ کر تولا کرو یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے"۔

اس سورۂ مبارکہ میں پیمائش اورصحیح وزن کرنے کے بیان سے قبل : زِنا، قتلِ نفس، اور یتیم کے مال میں خیانت کا ذکر ہوا ہے، اور کم فروشی کا ذکر ان گناہوں کی قطارمیں ہوا ہے۔

اسی طرح سورۂ رحمان میں آیا ہے : (وَالسَّمَاۗءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷) ترجمہ: "اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کیا "، "(اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸) ترجمہ: "کہ ترازو (سے تولنے)میں حد سے تجاوز نہ کرنا، (وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹) ترجمہ: "اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو "۔

اس طرح سورۂ انعام میں ہے : (وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ) ترجمہ: "اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو "۔

اس سورۂ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے جن چیزوں کا اپنے بندوں کو حکم دیا کہ کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ان کا ذکر فرمایا ہے : شرک سے بچنا ہے، والدین کے ساتھ احسان کرنا ہے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا فقر اور افلاس کے ڈر سے، ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنا، خون ناحق اور یتیم کے مال میں خیانت اور دخل اندازی سے پرہیز کرنا، اور ناپ تول کی درستی اور کم فروشی سے اجتناب کرنا۔

ہمارے پروردگار سورۂ اعراف میں مدین شہر کے رہنے والے شعیبؑ کی قوم سے فرماتے ہیں: پیمائش اور وزن پورا اور مکمل کرکے دیا کرو، اور لوگوں کے مال میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

نقصان نہ کرو، اور اصلاح شدہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ، اور یہ کام تم لوگوں کے لیے بہتر ہے اگر ایمان رکھتے ہو۔

اسی طرح سورۂ ھود میں مَدْیَن کے واقعہ اور حضرت شعیبؑ کے ساتھ ان کے نامناسب سلوک اور قوم کے ہولناک انجام کا ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے شعیب ؑ کی قوم کو ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے نیست و نابود کیا، اس کے بعد شعیبؑ نے ان کو بار بار نصیحت کی، "وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۝۸۵" (هود: 85) ترجمہ :"اور اے میری قوم ! ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو۔"

زین الاسلام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد قشیری کہتے ہیں:

لفظ "مطفف" میں وزن اور پیمانہ کم کرنا، کپڑوں یا دیگر کسی چیز کا عیب ظاہر نہ کرنا یا چھپانا، اپنے لیے انصاف کا مطالبہ کرنا، اور دوسروں کے حق میں انصاف چھوڑ دینا، یہ سب شامل ہیں : لہٰذا وہ شخص جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے مگر اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند نہ کرے وہ عادل اور منصف نہیں ہے، اور ہر وہ شخص جو اپنے عیب کو نہیں دیکھتا اور دوسروں کے عیوب کی تلاش میں ہوتا ہے وہی "مطفف"ہے، اور وہ شخص جو اپنا حق لوگوں سے وصول کرتا ہے، اور لوگوں کو ان کا حق نہیں دیتا وہ بھی اس میں شامل ہے، لہٰذا قابل عزت آدمی وہ ہے جو لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :(خَمْسٌ بِخَمْسٍ، مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ إِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوُّهُمْ وَمَا حَكَمُوْا بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللهُ إِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الْفَقْرُ وَلَا ظَهَرَتْ فِيْهِمُ الْفَاحِشَةُ إِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا طَفَّفُوْا الْمِكْيَالَ إِلَّا مُنِعُوْا النَّبَاتَ وَأُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ وَلَا مَنَعُوْا الزَّكَاةَ إِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْمَطَرُ) (ذكر القرطبي وقال اخرجه البزار بمعناه مالک بن آنس ايضآ من حديث ابن عمر).

یعنی پانچ گناہوں کی سزا پانچ قسم کی ہے :

1 - جو لوگ عہدشکنی کریں، اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔

2 - جو قوم رب کے قانون کو چھوڑ کر دوسرے قانون پر عمل پیرا ہوں ان میں غربت اور افلاس عام ہوجاتا ہے۔

3 - جس قوم میں زنا اور بے حیائی عام ہوجائےِتو اللہ تعالیٰ ان پر طاعون اور دوسرے امراض مسلط کردیتا ہے۔

4 - جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں، (اللہ تعالیٰ ان کو قحط میں مبتلا کردیتا ہے)۔

جو لوگ زکٰوۃ ادا نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ان سے بارش روک دیتا ہے۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا : مال غنیمت میں چوری جس قوم میں پیدا ہوئی، اللہ نے ان کے دلوں میں دشمن کا خوف ڈال دیا، اور سود جس قوم میں پھیلا اللہ نے ان میں موت زیادہ کردی، اور جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی، اللہ نے ان سے رزق قطع کردیا، اور جس قوم نے خلاف حق فیصلے کئے ان کے اندر خونریزی پھیل گئی اور جس قوم نے عہد توڑا، اللہ نے ان پر دشمن مسلط کردیا، (رَوَاهُ مَالِکُ مَوْ قُوْفاً۔ مظہری)

(c) ketabton.com: The Digital Library

عبادت میں تطفیف:

مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں رکوع، سجدہ اور نماز کے دیگر ارکان ایسے ادا نہیں کررہا جیسا ان کے ادا کرنے کا حق ہے، اور بہت تیزی سے نماز مکمل کی، فرمایا : " لقد طفَفْتَ " یعنی : تم حقوق اللہ میں تطفیف کے مرتکب ہوئے ہو۔
امام مالکؒ عمر فاروق ؓ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ : "لِكُلِّ شيئٍ وَفَاءٌ وَ تَطْفِيْفٌ "یعنی حق کا پورا ادا کرنا یا گھٹانا ہر چیز میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ نماز میں، وضو اور طہارت میں بھی، خدا اورانسانوں کے حقوق میں بھی اور عبادت میں کوتاہی کرنے والا بھی تطفیف کا مجرم ہے، نیز جو بندوں کے مقررہ حقوق میں کوتاہی کرتا ہے وہ بھی "تطفیف" کے حکم میں ہوگا "تنویرالأذهان" کے مصنف: (وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ۝۹) (رحمٰن: 9) کے تحت لکھتے ہیں: ایک ملازم، ایک مزدور جو جان بوجھ کر اپنے کام میں غفلت برتتا ہے وہ اس آیت کریمہ کی وعید کی زد میں آئے گا اور مطففین میں شمار ہوگا۔

موت کے بعد کی زندگی پر یقین کا فقدان :

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ۝۴	کیا ان لوگوں کو یقین نہیں ہے کہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے (۴)

ہمارے رب عظیم فرماتے ہیں : کیا وہ لوگ جو عمل تطفیف کے مرتکب ہوتے ہیں کیا یہ ان لوگوں میں سے ہیں: جن کو کوئی فکر نہیں ہے کہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ اور اُس وقت پھر جس عمل کے مرتکب ہوئے ہیں ان سے پوچھا جائے گا اس کے متعلق، انہوں نے اس معاملے کے بارے میں غور و فکر اور تدبر نہیں کیا تاکہ اس معاملے میں یقین تک پہنچ کر وہ عمل جس کے نتائج کا خوف تھا چھوڑدیتے، پس "ألايَظُنُّ" ایسا سوال ہے جو سرزنش کرنے،تنقید کرنے اور ان کی حالت پر تعجب کرنے کے لیے ہے،یہاں ظن سے یقین مراد لیا گیا ہے، تاکہ اس بات پر اشارہ ہو کہ اگرکسی کو قیامت برپا ہونے کا گمان بھی ہو وہ ایسے بُرے کاموں کی جسارت نہیں کرسکتا، اور جس کو یقین ہو تو وہ یقیناً مرتکب نہیں ہوگا۔

لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ۝۵	اس بڑے دن کے واسطے (۵)

عظیم دن وہ ہے جس دن قیامت ہوگی، اور اس بڑے دن میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوں گے، جن میں سے قیامت کا دن اور حساب و کتاب اور جنتیوں کا جنت میں اور دوزخیوں کا دوزخ میں جانا ہے۔

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝۶	جس دن کھڑے ہوں گے لوگ راہ دیکھتے جہاں کے مالک کی (۶)

یہ عظیم دن وہ ہے جس میں لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، وہ لوگ جو روزِ جزا اور حشر و قیامت اور سوال و جواب کے دن پر ایمان نہیں رکھتے وہ سب ایک قسم کے بیمار ہیں، یہ بیماری لوگوں میں اس وقت سرایت کرتی ہے جب وہ موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے، اس قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو یقین نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے رو برو کھڑے ہوں گے، اور محاسبہ الٰہی کا سامنا کریں گے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

جنت والے کون ہیں اور دوزخ والے کون ہیں :

اس کے متعلق کے کون اہل جنت ہیں اور کون اہل جہنم کہلانے کے مستحق ہیں تو : " ہم قطعی اور یقینی طور پر کسی مسلمان کے جنت یا جہنم میں ہونے کا فیصلہ نہیں کرسکتے، الا یہ کہ جن کے جنتی یا دوزخی ہونے کی گواہی الله تعالیٰ اور اس کے رسول نے دی ہو".

یقیناً یہ قاعدہ مومنوں اور مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے، البتہ جو کفر کی حالت میں اس دنیا سے گیا تو ہم اس کے جہنمی ہونے کا حکم اور گواہی دے دیتے ہیں،کیونکہ رب تعالیٰ نے خود وعدہ فرمایا ہے کہ کفار اور منکرین اس دن جہنم میں ہوں گے، "وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۝۱۳۱" (آل عمران :131) " بچو اس آ گ سے جو تیار ہوئی ہے کافروں کے واسطے "

"وَمَنْ يَّبْتَـغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۝ وَھُوَفِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۸۵" (آل عمران: 85) " اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائیگا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھا نے والوں میں سے ہوگا "

عشرہ مبشرہ سے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ: ابُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِي فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ. (إمام أحمد، أبوداود، ترمذي3680، و ابن ماجه وغيره.)

ترجمہ: ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے، طلحہٰ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے، عبدالر حمن جنتی ہے، سعیدبن زید جنتی ہے، ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہے (رضی الله عنہم أجمعين).

اسی طرح ان مسلمانوں کے متعلق جو نیک اور تقویٰ والے ہیں اورشرک بدعات و خرافات سے دور ہیں،تو ہم یقینی طور پر ان کے جنتی ہونے کا حکم نہیں لگا سکتے، لیکن ہمیں حسن ظن اور امید ہے کہ انشاءالله الله تعالیٰ ان کو بہشت میں داخل کرے گا، جیسا کہ فرماتاہے: "وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْہٰرُ۝ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْہَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا۝ قَالُوْا ھٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۝ وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِہًا۝ وَلَھُمْ فِيْہَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۝ وَّھُمْ فِيْہَا خٰلِدُوْنَ۝۲۵"(سورۂ بقرہ:25)

ترجمہ:"اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے (نعمت کے)باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

جب انہیں ان میں سے کسی قسم کا پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دئے جائینگے، اور وہاں ان کے لئے پاک بیویاں ہونگی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے".

وہ مسلمان جو نافرمان اور گنہگار ہیں بشرطیکہ موحد ہوں، یقینی طور پر ہم ان کے جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم جاری نہیں کرسکتے، بلکہ کہیں گے : اگر الله نے چاہا تو ان کو بخش دے گا، اور جنت میں لے جائے گا اور اگر خدا نے چاہا تو ان کے گناہوں کے مقدار کے مطابق انہیں سزا دے گا پھر جہنم سے باہر نکال لے گا، اور بالآخر کوئی مؤمن موحد دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا،

(c) ketabton.com: The Digital Library

جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں: (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا۴۸) (سورۂ نساء:48) ترجمہ: "خدا نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کردے، اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا".

اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :(يخرج من النار من كان في قلبه مثقال ذرة من إيمان) (بخاري (7510)، مسلم (193) ترجمہ: "جہنم سے وہ آدمی نکل آئے گا جس کے دل میں زرہ برابر ایمان ہوگا "

یہ وہی صحیح عقیدہ ہے جو کتاب و سنت کے مجموعے سے مستنبط ہوتا ہے، اگر کوئی مسلمان آدمی فوت ہوجائے اور چند لوگ اس کی تعریف و خوبیاں بیان کریں اور حقیقت میں بھی وہ نیک اور صالح آدمی ہو، تو اس صورت میں بھی ہم یقینی اور قطع طور پر اس کے جنتی ہونے کا حکم جاری نہیں کرسکتے، لیکن امید اور حسن ظن رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ خدا اسےاپنی جنت میں داخل کرے گا، البتہ بعض علماء نے کہا ہے کہ : بعض لوگ جن کے متعلق مؤ منوں نے خیر کی گواہی دی ہے، ان کے لیے جنت کی گواہی دی جاسکتی ہے۔

امام ابی العزالحنفی رحمہ اللہ "شرح عقیدہ طحاویہ" میں لکھتے ہیں کہ :سلف صالحین کے نزدیک جنتی ہونے کی گواہی پر تین اقوال ہیں :

اوّل: پیغمبروں کے علاوہ کسی کے لیے بھی جنت کی گواہی نہیں دی جاسکتی، یہ قول محمد بن حنفیہ اور اوزاعی سے نقل کیاگیا ہے۔

دوم: یہ ہے کہ ہر وہ مومن جس کے بارے میں نص وارد ہوئی ہو اس کے جنتی ہونے کی گواہی دی جاسکتی ہے، یہ قول اکثر علماء اور محدثین کا ہے۔

سوم: وہ افراد جن کے حق میں مومنوں اور مسلمانوں نے نیک عمل ہونے کی گواہی دی ہوان کے لیے جنت کی گواہی دی جاسکتی ہے۔

جس طرح "صحیحین "میں انس ؓسے روایت ہے :

مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيهَا خَيرًا، فَقَالَ النَّبِي صلي الله عليه وسلم:"وَجَبَتْ". ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَي فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: "وَجَبَتْ". فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: هَذَا أَثْنَيتُمْ عَلَيْهِ خَيرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهَذَا أَثْنَيتُمْ عَلَيهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الأَرْضِ. (بخاري:1367)

ترجمہ: "لوگ ایک جنازے پر سے گزرے تو لوگوں نے اس کی تعریف کی (کیا اچھا آدمی تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا : واجب ہوگئی، پھر ایک جنازے پر سے گزرے تو لوگوں نے اس کی برائی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : واجب ہوگئی حضرت عمر ؓنے پوچھا کیا چیز واجب ہوگئی ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : پہلے شخص کی تم لوگوں نے تعریف کی تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، اور دوسرے کی تم لوگوں نے بُرائی بیان کی تو اس کے لیے دوذخ واجب ہوگئی، تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو".

اسی طرح عمر ؓسے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"أَيَّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيرٍ، أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ". فَقُلْنَا وَثَلاثَةٌ؟ قَالَ: "وَثَلاثَةٌ". فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: "وَاثْنَانِ". ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ. (بخاري:1368)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمہ: "جس مسلمان کے متعلق چار آدمی بھلائی کی گواہی دے دیں، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا "، ہم نے عرض کی : اور تین لوگ (جس کے حق میں گواہی دیں) تو ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " اور تین آدمی بھی" ہم نے عرض کی : اور دو لوگ گواہی دیں تو ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اور دو لوگ بھی " پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے بارے میں نہیں پوچھا۔

محترم قارئین :

آیات مبارکہ "7 تا 17" میں کافروں کے اعمال نامے اور بد کاروں کے حالات کے بارے میں بحث کی گئی ہے :

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۷	ہر گز نہیں، بیشک اعمال نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے (۷)

"کلاَّ"ہر گز نہیں، معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا کم تولنے والے سوچتے ہیں، "کلاَّ" اس انتظار اور توقع کا جواب ہے جو پوری نہیں ہوئی۔

"فُجَّار"کفار، منافقین، فاسقین، "سِجِّین" تنگ جگہ، ایک خاص مقام ہے جہنم میں۔

ابن کثیر ؒ کہتے ہیں کہ : "سِجِّین"لفظ سجنٌ سے ہے جس کا معنی "تنگی "(قید خانہ)ہے، کافروں کے جانے کی جگہ اسفل سافلین ہے، خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے اعمال نامے کو حتمی شکل دے کر سر بہ مہر کردیا گیا ہے، کوئی بھی اس میں مداخلت اور تبدیلی نہیں کرسکتا، اس میں نہ کچھ زیادہ کیاجاسکتا ہے اور نہ کم، (مختصر:614/3) "سِجِّین"ایک خاص کتاب یا بد کاروں اور گنہگاروں کے اعمال نامے کا مجموعی دفتر اور رجسٹر ہے،"سِجِّینٌ" مبالغہ کا صیغہ ہے،"سجنٌ" قید خانہ کے معنی میں ہے، لہٰذا"سِجِّینٌ" بہت تنگ اور سخت قید خانہ(فرہنگ لغات ڈاکٹر قریب) اس نام سے اس کی تعبیر اس وجہ سے ہوسکتی ہے کہ اس دیوان کے مندرجات اس کے مالکان کو جہنم میں قید کرنے کا سبب بنیں گے، گویا کہ اس کا اصل "سِنْجُون" ہے اتیوپی اور قدیم حبشی زبان میں مٹی اور کیچڑ کو کہتے ہیں، اس صورت میں اس کا معنی تنزل اور پستی کا بھی ہے (جزء عمَّ شیخ محمد عبده)۔

"موت کے بعد انسان کا اعمال نامہ فرشتوں کے ذریعے آسمان پر لیجا کر اس پر مہر لگائی جاتی ہے " نیک لوگوں کا اعمال نامہ علّیین پر اور بُرے اور بدکار لوگوں کا اعمال نامہ نیچے کی طرف سجّین میں ڈالا جاتا ہے، جس کا اعمال نامہ سجّین میں درج کیا گیا ہو، اس کو معلوم ہونا چاہئیے کہ اس کے لیے سختیوں اور مصائب کا طویل قید خانہ زمین کے ساتویں طبقے میں نیچے واقع ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۸	اور تم کیا جانتے ہو سجین کیا چیز ہے ؟ (۸)

یعنی تم اس چیز کا تصور بھی نہیں کرسکتے کہ سجین کیسا ہے۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۹	ایک دفتر ہے لکھا ہوا (۹)

یہاں کتاب سے مراد علّیین ہے، " علّیین" ایسی کتاب ہےجس میں جنتیوں کے نام لکھے ہوئے ہیں، یا ایسی کتاب ہے جس میں نشان لگے ہوئے ہیں، اسی طرح علّیین جنت اور اس کے بلندیوں کا نام بھی ہے۔

" مَّرْقُوْمٌ"

1 - اس میں کمی بیشی نہیں ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - یہ واضح اور مخصوص ہے۔
3 - کفار کے اعمال نامے والی کتاب اس میں خاص علامت ہے اور ان کے نام اس میں لکھے ہوئے ہیں۔
4 - مہر شدہ ہے، مرنے کے بعد مہر جو تالے کی طرح ہے انسان کے اعمال نامے پر لگادی جائے گی۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَىِٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ۝۱۰	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے (۱۰)

وادی ویل میں قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لیے خاص ہولناک عذاب ہے، جو اللہ تعالیٰ کو، اور اللہ کے دیدار کو، اور اللہ کی آیات اور حساب و کتاب کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔
"مُكَذِّبِيۡنَ" وہ لوگ ہیں جن کو دین کی دعوت دی گئی لیکن انہوں نے قبول نہیں کی، یعنی عذاب اور ہلاکت ان کے لیے جن پر حجت مکمل ہوئی ہے، اور جس دین کی پہچان کرائی گئی ہے اورانہیں دعوت دی گئی، لیکن اسے انہوں نے قبول نہیں کیا اور دین کو جھٹلایا۔

الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ۝۱۱	جو جزاء اور سزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں (۱۱)

اور مرنے کے بعد جی اٹھنے سے انکار کرتے ہیں یعنی جنت اور دوزخ اور (اللہ کے حضور) خدا ئے جبّار کے حضور کھڑے ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔
"بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ" قیامت کا دن جو جزاء و سزا کا دن ہے۔

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍۙ۝۱۲	اور اس کو جھٹلاتا وہی ہے جو حد سے گذرا ہوا گنہگار ہے (۱۲)

"مُعۡتَدٍ"وہ متجاوز جو شرعی اور عقلی قانون کی حدود سے نکلنے والا ہے۔
"اَثِيۡمٍ" بہت زیادہ گنہگار،یعنی : سوائے اس ظالم و بدکار کے جو حد سے زیادہ گناہ میں ڈوبا ہوا ہو اور گناہ کے ذرائع کو اختیار کرتا ہو، کوئی دوسرا قیامت کے دن کا انکار نہیں کرتا۔
ایسے افراد و اشخاص قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں جن کی دو خصوصیت ہوں :
1 - معتد یعنی : حد سے تجاوز کرنے والا ہو، کیونکہ آخرت پر ایمان انسان کو حدود کے اندر رہنے پر آمادہ کرتا ہے حد سے تجاوز نہیں کرنے دیتا۔
معتد: وہ آدمی جو حدود اور قیود کو توڑ دیتا ہے، اس بنا پر وہ خود بھی نقصان اٹھاتا ہے اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے، وہ لوگ جو حد کے اندر صحیح ماحول میں رہنا نہیں چاہتے وہ دوسروں کی زندگی کو بھی خطرے میں ڈال دیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔
2 - دوسرے وہ لوگ جو ایسے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں کہ وہ ثواب و انعام تک پہنچنے کا شوق ہی نہیں رکھتے، اور ان کے یہ گناہ ان کو ثواب اور نیکی اور خیر کی طرف جانے سے روکے رکھتے ہیں۔

اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ۝۱۳	جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں (۱۳)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"اَسَاطِيْرُ" جمع "اسطورة" یہ افسانے کے معنی میں ہے جس کا خوبصورت اور دلکش معنی ہو،لیکن اس کی کوئی حقیقت نہ ہو، صرف کہانی سنانے والوں کے ذہن کی اختراع ہو، "اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ" یعنی : یہ کہ پہلوں نے افسانے گھڑے ہیں اور(نعوذباللہ) پیغمبر انہیں دہراتے ہیں، آج کے انسانی معاشرے میں ایسے نام نہاد دانشور موجود ہیں جو قرآن کو پہلو ں کے افسانے سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن آج کے معاشرے کے لیے فائدہ مند نہیں ہے، اور یہ قرآن آج کے ماڈرن معاشرے کے مسائل کو حل نہیں کرسکتا،چنانچہ پوری وضاحت کے ساتھ کہنا چاہئیے: جو لوگ قرآن کریم کو افسانے اور کہانیاں کہتے ہیں یہ اِن لوگوں میں سے ہیں جو گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں،واضح رہے کہ :وحی الٰہی جو آسمان سے آتی ہے اس کو افسانہ کہنا کفر پر باقی رہنے کا راستہ ہے۔

كَلَّا بَلْ۔ رَانَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۱۴	ہرگز نہیں، بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں اس نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے (۱۴)

"رَانَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ"(ان کے دلوں پر زنگ پڑگیا ہے جو حق قبول کرنے سے مانع ہے) مفسّرین لفظ "رَانَ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں : رَانَ کا مطلب ہے کہ گناہ پر گناہ جمع ہوتا رہے یہاں تک کہ دل سیاہ ہوجائے اور راہ راست نہ دیکھے۔

ایسا نہیں ہے جیسے کہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ قرآن پہلو ں کے افسانے ہیں، بلکہ یہ ان کے بُرے اعمال اور گناہوں کا اثر ہے کہ جس نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کردیا ہے، ایسا زنگ ان کے دلوں پر بیٹھ گیا ہے کہ جس نے ان پر ہدایت کے راستے بند کردیے ہیں، اور ان کو حق سمجھنے اور پہچاننے سے روک رکھا ہے۔

احمد، نسائی، ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ سے ایک حدیث روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

(إن العبد إذا أذنب ذنبا نكتت في قلبه نكتة سوداء، فإن تاب ونزع واستغفر صقل قلبه وإن عاد زادت حتي تغلف قلبه، فذلك الران الذي ذكره الله سبحانه في القرآن)

ترجمہ: بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پیدا ہوجاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرلیتا ہے، ڈر جاتا ہے اور استغفار کرلیتا ہے تو دل سے گناہ کا نکتہ مٹ جاتا ہے، لیکن اگر گناہ میں اضافہ کرتا ہے تو نکتہ بھی بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے وہ گناہ اس کے دل پر چھا جاتے ہیں، یہی ہے وہ "رَانَ"(زنگ) جس کا ذکر اللہ نے قرآن کریم میں کیا ہے، (ترمذی: 3334 و ابن ماجہ: 4244. حکم شیخ البانی: حسن)

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۱۵	ہرگز نہیں وہ اپنے رب کے (دیدار) سے اس دن روک دئیے جائیں گے (۱۵)

یعنی : یہ لوگ جب قیامت کے دن حساب و کتاب کے لیے اللہ کے حضور میں لائے جائیں گے یہ لوگ پردے میں ہونگے، اور انہیں اللہ کے دیدار سے روکا جائے گا، ان کی نظر یں شرم سے جھک جائیں گی، وہ مومنوں کی طرح حقیقی خدا کو نہیں دیکھ سکیں، جیسا کہ وہ لوگ دنیا میں توحید اور یکتا پرستی سے رُکے ہوئے ہیں، اسی طرح رب تعالیٰ کے دیدار سے بھی روک دیے جائیں گے، اور وہ حق تعالیٰ کے کرم و بخشش سے بھی محروم کئے گئے ہیں۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ۱۶	پھر بلاشبہ وہ جہنم میں داخل کردئیے جائیں گے(۱۶)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ان کے اعمال کا انجام جہنم ہے، ہرگز اس سے نہیں نکلیں گے، اس لیے وہ خدا رحمان کے دیدار سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ آگ میں ہمیشہ رہنے والے بھی ہیں، اور یقیناً جہنم میں داخل کرنا ان کو ذلیل کرنے اور عزت سے محروم کرنے سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

ثُمَّ يُقَالُ ہٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِہٖ تُكَذِّبُوْنَ۝۱۷	پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے (۱۷)

یعنی: اس کے بعد جہنم کے اہلکار ان کو ڈانٹ کر، ذلیل کرکے اور سرزنش کے طورپر کہیں گے : یہ وہی عذاب ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے، اب اس کو چھکو اور اس میں ہمیشہ رہو،

قارئین کرام:

بابرکت آیات " 18 تا 28 " مؤمنوں کے اعمال نامہ اور ان کے انجام کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ۝۱۸	ہر گز نہیں بیشک نیک لوگوں کے اعمال نامے (علیین) میں ہیں (۱۸)

"كِتٰبَ الْاَبْرَارِ" وہ سب جو نیک لوگوں کے اعمال نامے میں لکھا ہوا ہے، "الْاَبْرَارِ"برّ یا بارّ کی جمع ہے۔

1 - وہ لوگ جن کے نہ صرف ظاہر بلکہ ان کے باطن اعمال بھی پاک ہیں، ایمان دار ہیں، اور اللہ کے اور بندوں کے حقوق پورے کرتے ہیں۔

2 - وہ لوگ جو خیر کے کام کثرت سے انجام دیتے ہیں اور زیادہ اطاعت بھی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے ذریعے واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے بچنے میں رب تعالیٰ کے ساتھ نیک اور اچھا تعلق رکھنے والے ہیں، اس جیسے لوگوں کے اعمال نامے "علیین" میں ہیں۔

"لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ" ایسے مقام پر جس کا نام علیین ہے، آسمان میں اللہ تعالیٰ کے عرش کےنیچے، ایسے اعمال نامے والے اعلیٰ مرتبے کی جنت میں ہوں گے۔

مفسرین علیین کے متعلق فرماتے ہیں :

1 - علیین ایک جگہ ہے سدرۃالمنتھیٰ میں،"تسہیل" میں ہے کہ : لفظ علیین مبالغہ کا معنی دیتا ہے، اور علو سے مشتق ہے، اس لیے جنت میں مقام اور مرتبہ اور درجات کی بلندی کا سبب بنے گا، یا یہ معنی ہے کہ ارفع اور اعلیٰ جگہ ہے، روایت کیا گیا ہے کہ عرش کے نیچے ایک جگہ ہے،(التسہیل۴/۱۸۵)۔

2 - "علیین" ساتویں آسمان میں ایک جگہ ہے۔

3 - "علیین" ایک جگہ ہے اللہ کے عرش کے نیچے۔

مرنے کے بعد انسان کے اعمال نامے کی کتاب اوپر لیجائی جاتی ہےاس پر مہر لگا کر یا بند کرکے علیین یا سجّین میں منتقل کیا جاتا ہے اعمال نامہ رکھنے کی جگہ اس بات کی دلیل ہےکہ یہی جگہ یا مقام اس شخص کا ٹھکانہ ہے۔

روحوں کی آرام گاہ اور منزل :

روحیں اپنے ٹھکانے کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، یقیناً مؤمنوں کی روحیں ایسی جگہ ہیں جہاں کافروں کی روحیں نہیں ہوتیں، قرآن فرماتا ہے : (كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ

(c) ketabton.com: The Digital Library

لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ) ایسا نہیں ہے جیسے وہ لوگ قیامت کے بارے میں سوچتے ہیں، بلکہ نیک لوگوں کے اعمال نامے علیین میں ہیں۔
اور فرماتا ہے :(كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ) (المطففين:7) ایسا نہیں ہے جیسے وہ لوگ (قیامت کے بارے میں) سوچتے ہیں، یقیناً کفار کے اعمال نامے "سِجِّيْنٍ" میں ہیں، ان دو آیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کفار کا ٹھکانہ اور جگہ مؤمنین کے ٹھکانہ اور آرام گاہ کے علاوہ ہے، کہا گیا ہے کہ "سجّین" زمین میں سب سے نچلے ساتویں طبقے میں ہے، اور "علیین" سب سے اوپر ساتویں آسمان میں ہے، اور کہا گیا کہ کفار کی ارواح برہوت نام کے ایک کنویں میں ہیں اور مؤمنین کی ارواح "زمزم" کے کنویں میں ہیں، یعنی یہ ارواح وہیں پر اکٹھی ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے ملتی ہیں، صحیح قول یہ ہے کہ ایمان والوں کی ارواح جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کی ارواح کے متعلق فرمایا ہے کہ : وہ سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹے میں جنت کے باغوں میں آویزاں ہونگی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شہداء کی ارواح جنت میں ہونگی، رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہداء کی ارواح زندہ ہیں :
(وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ١٦٩؀ۙ)(آل عمران : 169) **ترجمہ:**"جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا(وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے"۔
یہ گمان مت کرو کہ جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئے ہیں وہ مُردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اور اپنے پروردگار کے پاس رزق دئیے جاتے ہیں، ان کی روحوں کی ایک خاص زندگی ہے، اور ان کی روحیں دوسروں کی روحوں کی طرح الگ تھلگ نہیں ہیں، بلکہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں، جو ان قندیلوں کے گرد گھومتی ہیں جو جنت میں آویزاں ہیں، لیکن دوسرے مؤمنین کی روحیں کہتے ہیں کہ وہ مردہ ہیں اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ وہ بھی پرندوں کے پیٹ میں ہیں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ١٩؀ۭ	اور تمہیں کیا معلوم علیین کیا چیز ہے (۱۹)

اے محمد ! آپ کو کس نے بتایا کہ علیین کیا ہے؟ یہ سوالیہ انداز اس کے مقام اور مرتبے کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ٢٠؀ۙ	ایک دفتر ہے لکھا ہوا (۲۰)

یعنی : علیین ابرار کی کتاب، جس میں جنتیوں کے نام لکھے گئے ہیں، یا ایسی کتاب جو خاص علامت والی ہے، اسی طرح علیین جنت کے نام یا اس سے اونچی جگہوں کے نام ہیں۔
"مَّرْقُوْمٌ"
1 - اس کی علامات واضح اور مخصوص ہے۔
2 - اس میں کوئی نقصان اور کمی بیشی نہیں ہے۔
3 - مہر لگی ہوئی اور بند کردیا گیا ہے اور اس شخص کا نام اس پر لکھا ہوا ہے۔
4 - اسے مالک کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کی تحریر یہ بتا رہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کتاب کے حامل کو جہنم کی آگ سے امن دے گا، اور جنت بھیج دے گا، تاکہ ان کا معاملہ صاف اور واضح ہوجائے۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۝۲۱	جس کے پاس(فرشتے)حاضر رہتے ہیں (۲۱)

یعنی: مقرب فرشتوں کی ایک بڑی جماعت ابرار و صالحین کے صحائف اعمال کے پاس حاضر ہوگی اور جو کچھ اس کتاب میں ہو گا اس کی گواہی دے گی، یعنی اس بات کی گواہی دے گی کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا میں اپنے قول و فعل سے اللہ کے احکام کی پیروی کی تھی، یہاں مقربین سے مراد فرشتے ہیں، اور اس کے دوسرے معنی جس سے مراد ہے عام انسان اور انبیاء جو کہ گواہ ہیں ان کی راہ کی سچائی پر۔

رب تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں :(وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْۗءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَـقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝۶۹) (الزمر: 69)

ترجمہ:"اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اُٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائیگی اور پیغمبر اور (آوْر) گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائیگی۔"

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ۝۲۲ۙ	بیشک نیک لوگ یقیناً نعمتوں میں ہوں گے (۲۲)

یعنی؛ فرماں بردار لوگ آخرت کے گھر میں ایسی نعمتوں میں ہوں گے جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ يَنْظُرُوْنَ۝۲۳ۙ	تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے (۲۳)

"ارائک " تخت اور آسمانی رنگ کے پردے ہیں، اریکہ کا اطلاق صرف تخت پر نہیں ہوتا، مگر جب تخت ایک ایسے گنبد کے نیچے واقع ہو جسے   پردوں سے مزیّن کیا گیا ہو تو اس کا اطلاق ہوگا۔

دیکھ رہے ہوں گے، اس کی طرف جسے اللہ رب ا لعزت نے نعمتوں اور اعزاز و اکرام میں سے ان کے لیے تیار کیا ہے، یا تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ خدائے ذوالجلال کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ۝۲۴ۚ	تم ان کے چہروں سے راحت کی تازگی معلوم کرلوگے (۲۴)

ان کو دیکھ کر سمجھ جاؤگے کہ ناز و نعمتوں والے ہیں، اس نور، خوبصورتی، سفیدی، اور سرور و تازگی جو ان کے چہروں سے عیاں ہے، اس لیے رب تعالیٰ نے ان کے چہرے، شکل اور انداز میں ایسی رونق، صفائی اور تازگی رکھی ہے کہ کوئی تعریف و توصیف کرنے والا اس کا وصف بیان ہی نہیں کرسکتا۔

"نَضْرَةَ النَّعِيْمِ" (خوشی، رونق اور تازگی)

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ۝۲۵ۙ	ان کو خالص شراب سربمہر(خُدّام کے ذریعے) پلائی جائے گی (۲۵)

"يُسْقَوْنَ" فرشتے اسے لیکر استقبال میں کھڑے ہوکر پیش کریں گے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"مِنْ رَّحِيْقٍ" ایسی شراب جس میں نہ کوئی ملاوٹ ہوگی اور نہ کوئی ایسی چیز ہوگی جواس کو گندہ کردے۔
"مَّخْتُوْمٍ" وہ ہے جس کو مہر لگی ہو، کوئی اس کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا، اور صالحین خود ہی اس کی مہر توڑیں گے۔

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾	جس کی مہر مشک کی ہوگی، تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہئیے کہ اسی میں رعبت کریں (٢٦)

"تَنَافُسْ"جھگڑا اور کشمکش کسی چیز کی ملکیت حاصل کرنے کے لیے جسے ہر کوئی اپنے لیے چاہتا ہے، اسی لیے اسے اپنانے کے واسطے دوسروں سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتا ہے، اور اس معاملے میں بخل سے کام لیتا ہے اور اسے اپنے دائرۂ اختیار میں لانا چاہتاہے۔
حدیث شریف میں ہے کہ : ہر وہ مومن جو دوسرے مؤمن کو پانی کا ایک گھونٹ پلاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن رحیق مختوم سے پلائے گا، اور ہر وہ مؤمن جو دوسرے بھوکے مؤمن کو کھانا کھلائے گا، خدا جلّ جلالہ اسے جنت کے پھلوں سے کھلائے گا، اور ہر وہ مؤمن جو دوسرے ننگے مؤمن کو لباس پہنائے گا، خدا جلّ جلالہ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾	اور اس میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوگی (٢٧)

تسنیم وہ شراب ہے جو جنتیوں پر اوپر سے برسے گی، جنت کی اعلیٰ شرابوں میں اس کا شمار ہے۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾	وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خداکے) مقرب پئیں گے (٢٨)

رحیق، یا تسنیم وہ چشمہ هے جس سے جنتی لوگ اپنی پیالوں میں ملاتے هیں، جبکہ مقربین اس سے خالص پیتے هیں، پھر رحیق کی چار صفتیں هیں :
1 - ایسی شراب ہے جس پر مہر لگی ہوئی ہوگی۔
2 - اس کی مہر کستوری کی ہوگی۔
3 - یہ مقابلہ کی اور سبقت لیجانے کی جگہ ہے۔
4 - اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا : تسنیم اہل قرب کے لیے مخصوص ہے اہل قرب اس کو کسی چیز کی آمیزش کے بغیر پئیں گے اور باقی اہل جنت کے لیے اس میں آمیزش کی جائے گی۔
بابرکت آیات (29 تا 36) کافروں کے ہنسی مذاق مؤمنوں کے ساتھ اور مسلمانوں کے مقابلہ بالمثل قیامت کے دن کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾	جو مجرم تھے، وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے (٢٩)

مفسرین کرام نے اس آیت مبارکہ کے دو سبب نزول نقل کیے ہیں:

(c) ketabton.com: The Digital Library

پہلی روایت کے مطابق :مجرمین سے مراد مشرکین کے بڑے، جیسے ابوجہل، ولید بن مغیرہ، اور عاص بن وائل ہیں، جوکہ عمار، صہیب، بلال اور دیگر فقراء مسلمین کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ : علی ابن ابی طالبؓ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے منافقین ان پر ہنس رہے تھے اور آنکھوں ابروؤں کے اشارے سے ان کا مذاق اڑاتے تھے، تب اپنے منافق دوستوں کے پاس جاکر کہتے؛ آج ہم نے ایک گنجے آدمی کو دیکھا، اس بات پر وہ سب ہنس پڑے اس سے پہلے کہ علی رضی الله عنہ نبی صلی الله علیہ وسلم کے پاس پہنچتے یہ آیت نازل ہوئی :

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ۝۳۰	اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں کے اشارے کرتے تھے (۳۰)

" يَتَغَامَزُوْنَ "آنکھ اور ابروں کے اشارے سے مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے، اور ان کا یہ کام ہنسنے سے زیادہ سخت تھا، یہاں لفظ اور فعل جمع استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ ایسا کرتے تھے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَہْلِہِمُ انْقَلَبُوْا فَكِہِيْنَ۝۳۱	اور جب اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے جاتے تھے (۳۱)

جب کفار اپنی مجالس و محافل سے خوشی خوشی لوٹتے تھے اپنی اس حالت پر اور اس پرکہ مسلمانوں کو ٹھٹا کر تے ہے اور مذاق اڑاتے تھے، یا یہ کہ وہ لوگ جب اپنے گھروں کو واپس جاتے تو ہر قسم کی ناز و نعمت جو وہ چاہتے تھے گھروں میں ان کو مل جاتی تھی، البتہ ان نعمتوں کا ان کو دینا "استدراج" تھا، کیونکہ وہ لوگ بدترین کام کرنے کے باوجود سکون محسوس کرتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ گویا خدا کی طرف سے ان کے پاس کوئی عہد آیا ہے کہ وہ لوگ خوش نصیب اور سعادت والے ہیں۔

انہوں نے اپنے بارے میں خود ہی فیصلہ کیا ہے کہ وہ ہدایت والے ہیں، اور مؤمنین گمراہ ہیں،حالانکہ وہ ایک جھوٹ تھا جو خدا کی طرف منسوب کرتے تھے، اور یہ جرأت کر کے بغیر علم کے الله پر جھوٹ باندھتے تھے۔

وَاِذَا رَاَوْہُمْ قَالُوْٓا اِنَّ ہٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ۝۳۲	اور جب ان مؤمنین کو دیکھتے تو کہتے یہ لوگ یقیناًگمراہ ہیں (۳۲)

"وَاِذَا رَاَوْہُمْ" جب مذاق اور تحقیر کرنے والے مسلمانوں کو دیکھتے "قَالُوْٓا اِنَّ ہٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ" تو کہتے :یہ لوگ، یعنی محمد صلی الله علیہ وسلم کے اصحاب گمراہ (دقیانوسی اور پرانے زمانے کے لوگ) ہیں۔

وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْہِمْ حٰفِظِيْنَ۝۳۳	حالانکہ ان کو ان مسلمانوں پر نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا)۳۳(

انہیں الله تعالٰی نے مسلمانوں پر پوچھ گچھ کرنے والا مقرر نہیں کیا تھا، کہ ان کے اعمال و احوال کی نگرانی کریں، بلکہ وہ اپنے اعمال کی نگرانی کے مکلف تھے، کہ اپنے کاموں اور عمل کی اصلاح کریں، پس اپنے اعمال و کردار کی طرف متوجہ ہونا دوسروں کی عیب جوئی میں مشغول رہنے سے ان کے لیے زیادہ بہتر تھا۔

ان کا یہ کام ضد اور ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے ہوا ہےکسی دلیل کی بنا پر نہیں، اس لیے آخرت میں ان کی سزا ان کے عمل کے جنس سے ہوگی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ۟ۙ۝۳۴	پس آج ایمان والے ان کافروں پر ہنسیں گے (۳۴)

"مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ" یعنی جب مؤمنین اپنے تختوں پر بیٹھ کر کفار کے عذاب کا نظارہ کریں گے تو ان پر ہنسیں گے۔

عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ۝ۙ يَنْظُرُوْنَ۝۳۵	تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے (۳۵)

قرطبی کہتے ہیں کہ :اہل جہنم سے کہا جائے گا کہ باہر نکلو تو ان کے لیے جہنم کے دروازے کھول دئے جائیں گے، جب وہ دیکھیں گے کہ دروازے کھول دیے گئے تو وہ نکلنے کے لیے ان دروازوں کی طرف بڑھیں گے جب کہ مؤمن پلنگوں پر بیٹھیں ہوں گے، جب وہ دروازے تک پہنچیں گے تو ان پر دروازے بند کردیے جائیں گے، تو ان پر مؤمن ہنسیں گے، مؤمنین راحت اور سکون کے ساتھ سجے ہوئے پلنگوں پر ٹیک لگائے نعمتوں میں ہوں گے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کیا ہے، اور اپنے رب کا دیدار کریں گے۔

ہَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۝۳۶	کیا کافروں کو اس کا بدلہ دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟(۳۶)

یعنی: کیا ان کو ان کاموں کی سزا دے دی گئی جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے؟ مثال کے طور پر وہ لوگ مسلمانوں پر ہنستے تھے اور انہیں گمراہ کہتے تھے، چنانچہ اب قیامت کے دن ان کی گمراہی اور سرکشی کی بناء پر ان کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر مؤمن ان پر ہنسیں گے۔

کاروبار میں نبی کا طریقہ:

سیرت نگاروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارت اور خرید و فروخت کے طریقے کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے:

1 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود خرید و فروخت کیا کرتے تھے، جیسا کہ عمر اور جابر رضی اللہ عنهما کی حدیث میں ہے، اور کبھی کبھار اصحاب کرام میں سے کسی کو وکیل مقرر فرماتے تھے۔

مثلا عروہ بن جعدالبارقی کے بارے میں کہا گیا : (أَعْطَاهُ النَّبِي صلى الله عليه وسلم دِينَاراً يشْتَرِي بِهِ أُضْحِيةً - أَوْ شَاةً - فَاشْتَرَي شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ، فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيعِهِ، فَكَانَ لَوِ اشْتَرَي تُرَابًا لَرَبِحَ فِيهِ) ترمذي (1258) و أبو داود (3384) و ابن ماجه (2402). "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دیا تاکہ وہ ایک قربانی یا بکری خریدے، اس نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں، اور پھر ان میں سے ایک بکری ایک دینار میں فروخت کردی، اور دوسری بکری اور ایک دینار آپؐ کی خدمت میں پیش کردیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیع میں برکت کی دعا فرمائی، پس اگر وہ مٹی بھی خرید تے تو اس میں نفع کماتے "

2 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاجروں کو نیکی کرنے اور سچائی اختیار کرنے اور صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے۔

حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (فَإِنْ صَدَقَا وَبَينَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيعِهِمَا) (بخاري (1973) و مسلم (1532)) ترجمہ: اگر(خریدار اور بیچنے والا) دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر

(c) ketabton.com: The Digital Library

بات صاف صاف بیان اور واضح کردی، تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے، لیکن اگر انہوں نے کوئی بات چھپائی یا جھوٹ بولا تو ان کی خرید و فروخت سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔

اسماعیل بن عبید بن رفا عہ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم سلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ کے لیے نکلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا : اے تاجروں کی جماعت : "يا مَعْشَرَ التُّجَّارِ" انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا کا جواب دیتے ہوئے اپنی گردنیں اور نگاہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يوْمَ الْقِيامَةِ فُجَّاراً، إِلاَّ مَنِ اتَّقَي اللَّهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ" (ترمذي (1210) و ابن ماجه (2146))

بلاشبہ قیامت والے دن تاجر لوگوں کا حشر گنہگار کی حیثیت سے ہوگا، مگر جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا، نیکیاں کرتا اور سچ بولتا رہا۔

قیس بن أبی غرزہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "يا مَعْشَرَ التُّجَّارِ إِنَّ الْبَيعَ يحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلِفُ فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ" (ترمذي (1208) وأبو داود (3326))"اے تاجروں کی جماعت ! تمہاری خرید و فروخت میں قسم اور لغو باتیں آجاتی ہیں، لہٰذا تم اس میں صدقہ کو ملا دیا کرو "۔

3 - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید و فروخت میں سخاوت، خوش اخلاقی اور نرمی کا حکم دیا ہے۔

جابر بن عبدا للہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "رَحِمَ اللَّهُ رَجُلاً سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَي، وَإِذَا اقْتَضَي" بخاري (1970)
"اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے گا جو خرید و فروخت اور اپنا حق مانگنے میں نرمی اختیار کرتا ہو"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ رائے کی مثالوں میں سے ایک حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں: "كُنَّا مَعَ النَّبِي صلي الله عليه وسلم فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَي بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ، فَكَانَ يغْلِبُنِي فَيتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ، فَيزْجُرُهُ عُمَرُ وَيرُدُّهُ، ثُمَّ يتَقَدَّمُ فَيزْجُرُهُ عُمَرُ وَيرُدُّهُ فَقَالَ النَّبِي صلي الله عليه وسلم لِعُمَرَ: (بِعْنِيهِ) قَالَ: هُوَ لَکَ يا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: (بِعْنِيهِ) فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلي الله عليه وسلم، فَقَالَ النَّبِي صلي الله عليه وسلم: هُوَ لَکَ يا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ" (بخاري :2610) ترجمه: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، میں عمر رضی اللہ عنہ کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر سوار تھا، اکثر وہ مجھ سے بے قابو ہوکر سب سے آگے نکل جاتا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹ کر پیچھے واپس کردیتے، وہ پھر آگے بڑھ جاتا، آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ دے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ! یہ تو آپ ہی کا ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں مجھے یہ اونٹ فروخت کردے، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول ا للہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اونٹ بیچ دیا، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : عبداللہ بن عمر اب یہ اونٹ تیرا ہوگیا، جس طرح تو چاہے اسے استعمال کر۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ :"أَنَّهُ كَانَ يسِيرُ عَلَي جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيا، فَمَرَّ النَّبِي صلي الله عليه وسلم فَضَرَبَهُ، فَدَعَالَهُ، فَسَارَ بِسَيرٍ لَيسَ يسِيرُ مِثْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِعْنِيهِ بِوَقِيةٍ قُلْتُ: لاَ ثُمَّ

(c) ketabton.com: The Digital Library

قَالَ: بِعْنِيهِ بِوَقِيةٍ فَبِعْتُهُ، فَاسْتَثْنَيتُ حُمْلاَنَهُ إِلَي أَهْلِي، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَتَيتُهُ بِالْجَمَلِ، وَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَأَرْسَلَ عَلَي إِثْرِي، قَالَ: مَا كُنْتُ لآَخُذَ جَمَلَكَ، فَخُذْ جَمَلَكَ ذلِكَ فَهُوَ مَالُكَ" (بخاري (1991) ومسلم (715) ترجمه: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا، میرا اونٹ تھک کر چلنے سے عاجز آگیا، اتنے میں رسول اللہ علیہ وسلم مجھ سے آملے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دُعا کی اور اسے تھپتھپایا، اب وہ ایسا چلا کہ اس طرح کبھی نہیں چلا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "اسے ایک اوقیہ(40درھم)میں مجھے بیچ دو، میں نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اسے مجھے بیچ دو تو میں نے ایک اوقیہ میں اسے آپ کے ہاتھ بیچ دیا اور مدینے تک اس پر سوار ہو کر جانے کی شرط لگائی، جب ہم مدینے پہنچے تو میں اونٹ لے کر آپ کے پاس آیا اور اس کی قیمت وصول کرلی، پھر میں لوٹا تو آپ نے مجھے بلا بھیجا، اور فرمایا : کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے کم قیمت لگائی تاکہ میں تمھارا اونٹ لے سکوں، لو اپنا اونٹ بھی لو اور درہم بھی۔"

4 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے حقوق ادا کرتے ہوئے اچھا معاملہ فرماتے تھے نیز اسکی ترغیب بھی دیتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:"كَانَ لِرَجُلٍ عَلَي النَّبِي صلي الله عليه وسلم سِنٌّ مِنَ الإِبِلِ فَجَاءَهُ يتَقَاضَاهُ فَقَالَ: (أَعْطُوهُ)، فَطَلَبُوا سِنَّهُ فَلَمْ يجِدُوا لَهُ إِلاَّ سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ (أَعْطُوهُ)، فَقَالَ : أَوْفَيتَنِي أَوْفَي اللَّهُ بِكَ، قَالَ النَّبِي صلي الله عليه وسلم: إِنَّ خِيارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً" (بخاري (2182) و مسلم (1601)

ترجمه: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا، وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کرنے آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اونٹ دے دو، صحابہ کرام نے تلاش کیا لیکن ایسا اونٹ نہ مل سکا جو قرض خواہ کے اونٹ کے برابر ہو البتہ ایسا اونٹ مل سکا جو قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی دے دو، اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے میرا حق پوری طرح دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اس کا بدلہ پورا پورا دے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں بھی سب سے بہتر ہو۔

5 - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشیمان شخص کی طرف سے سودے کی منسوخی کو قبول کرنے کی تر غیب دی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "مَنْ أَقَالَ مُسْلِماً أَقَالَهُ اللَّهُ عَثْرَتَهُ يوْمَ الْقِيامَةِ " (أبو داود (3460) و ابن ماجه (2199)

ترجمه: جو کوئی اپنے مسلمان بھائی سے فروخت کا معاملہ فسخ کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ معاف کردے گا۔

"أَقَالَهُ" یعنی درگذر کرنا، سخاوت کرنا، خریدا ہوا یا بیچا ہوا مال واپسی کی صورت میں قبول کرنا، یہ انسان کی شرافت کی دلیل ہے۔

مثال کے طور پر کسی نے کوئی سامان خریدا، مگر کسی وجہ سے اس خرید پر پشیمان ہوگیا یا اسے پسند نہ آیا یا اس نے محسوس کیا کہ دھوکہ کھایا ہے، یا اس کو اس سامان کی ضرورت نہ رہی، اور خریدا ہوا سامان واپس کردینا چاہا اور فروخت کنندہ نے سامان

(c) ketabton.com: The Digital Library

واپس لےلیا، تو گویا اس نے ایک مسلمان پر احسان کیا، اس لیے الله تعالیٰ بھی اس پر احسان کرےگا کیونکہ اس نے اس خریدار پر احسان کیا، یہ اس صورت میں ھے کہ خریدوفروخت کا معاملہ طے پایاھو اور خریدار کو سودا فسخ کرنے کا اختیار نہ ھو، ملاحظہ کریں : " عون المعبود" شرح سنن ابو داود۔

6 - پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے مال کو حقیر اور بے وقعت نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ان کے اونٹ کے فروخت سے متعلق جو واقعہ ان کے ساتھ ہوا، کپڑے خریدتے وقت وہ بیچنے والے کے ساتھ سودا طے ہونے تک بحث کرتے تھے(یعنی بھاؤ تاؤ کرتے تھے)۔

سوید بن قیس سے روایت ہے:"جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِي بَزًّا مِنْ هَجَرَ فَأَتَينَا بِهِ مَكَّةَ، فَجَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلي الله عليه وسلم يمْشِي، فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيلَ، فَبِعْنَاهُ" ترمذي (1305) و قال: حديث حسن صحيح، وأبو داود (3336) والنسائي (4592) وابن ماجه (2220)۔

ترجمہ: میں اور مخرمہ عبدی ھجر کے علاقے سے کچھ کپڑے خرید کر لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گذرے ہم سے کچھ شلواروں کا بھاؤ طے کیا اور بحث کی اور ہم نے وہ ان کو فروخت کردیں۔

7 - پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خرید و فروخت میں کسی چیز کو تولتے وقت ترازو کو ذرا سا جھکانے کا حکم دیتے تھے۔

سوید بن قیس سے روایت ہے کہ:(رأي) رَسُولُ اللَّهِ صلي الله عليه وسلم رَجُلاً يزِنُ بِالأَجْرِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلي الله عليه وسلم: (زِنْ وَأَرْجِحْ). ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو أجرت لیکر تولتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وزن کرنے والے سے مخاطب ہو کر کہا :"تولو اور کچھ جھکتا ہوا تولو "یہ حدیث سابقہ حدیث کا تسلسل ہے۔

8 - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنگ دستوں کو مہلت دینے اور قرض میں کمی کرنے کا حکم دیتے تھے۔

ابوالسیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ" (مسلم :3006) ترجمہ: جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دے یا اسے قرض معاف کردے تو اللہ اسے اپنے (عرش کے)سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا۔

9 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود، بیع غرر، وبیع العینہ اور محرمات کے خرید و فروخت اور دھوکہ اور گھماؤپھراؤ سے منع فرمایا۔

"غَرَرْ" یعنی ایسا لین دین جو لا علمی یا خطرے کے ساتھ ہو۔

"بیع عینہ" اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو کوئی چیز اُدھار قیمت میں فروخت کردے، پھر قیمت لینے سے پہلے ہی خریدار سے اصل قیمت سے کم میں اسے خرید لے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ غَشَّنَا فَلَيسَ مِنَّا" جو ہمیں دھوکہ دے اور دغا و فریب کا ارادہ رکھتا ہے ہم میں سے نہیں ہے۔(مسلم:101)

اور ابن عمر سے روایت ہے :"إِذَا تَبَايعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيكُمْ ذُلًّا لَا ينْزِعُهُ حَتَّي تَرْجِعُوا إِلَي دِينِكُمْ" (ابوداود :3445)

ترجمہ: جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے تو گائیوں بیلوں کے دُم تھام لوگے، کھیتی باڑی میں مست و مگن رہنے لگو گے، اور جہاد کو چھوڑ دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت

(c) ketabton.com: The Digital Library

مسلط کردے گا،جس سے تم اس وقت تک نجات و چھٹکارا نہیں پاسکو گے جب تک اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ گے۔

صدق الله العظیم و صدق رسوله النبی الکریم

ترجمه وتفسیر « سورة المطففین »

تتبع ونگارش: امین الدین « سعیدی - سعید افغانی »
مدیر مرکز مطالعات ستراتیژیکی افغان
ومسؤل مرکزفرهنگی د حق لاره- جرمنی
ادرس : saidafghani@hotmail.com

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library